ڈاکٹر محمد کامران

استاد شعبۂ اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

میر تقی میرؔ کی اردو غزلوں کے انگریزی تراجم

Dr. Muhammad Kamran

Department of Urdu, Punjab University, Lahore

The English Translations of the Urdu *Ghazals* of Mir

Mir Taqi Mir was one of the best known poets of Urdu language in Delhi, India. He is known for his out standing Ghazals. He rendered great service to the Urdu language, to Urdu poetry, and the technique of versification. Many translators from Sub-continent and Europe tried to transform the beauty and fragrance of the Urdu ghazals of Mir Taqi Mir into English.This article is not only the critical study of the translations of the classic Urdu ghazls of Mir into English it will highlight the age as well as the individuality, Universal approach and colors of the ghazals of Mir Taqi Mir.

بیسویں صدی میں کلاسیکی اردو شاعری کو انگریزی دان طبقے اور اہلِ مغرب سے روشناس کرانے کے لیے بہت سی قابل قدر کوششیں کی گئیں، اس طرح نہ صرف کلاسیکی اردو شعراء کو بدلتے ہوئے عصری شعور کے تناظر میں پرکھنے اور سمجھنے کا نیا امکان میسر آیا بلکہ برصغیر کی تہذیبی زندگی کے تنّوع اور رنگارنگی کو بھی اظہار و ابلاغ کا نیا وسیلہ مل گیا۔کلاسیکی اردو غزلوں کے انگریزی تراجم کی روایات کا جائزہ لیں تو ولی سے غالب و مومن اور ان کے معاصرین تک انگریزی تراجم کی قابلِ قدر تعداد دستیاب ہے.

کلاسیکی اردو شاعری جہاں اپنے باطن میں حسن و عشق کے ان گنت رنگ سموئے ہوئے ہیں، وہاں تہذیبی رنگارنگی، عصری معنویت، گلہائے تصوف، وارداتِ قلبی اور آفاقی شعور کے باعث انفرادیت کی ایک خاص شان رکھتی ہے۔خاص طور پر اردو غزل جو نہ صرف اردو شاعری کی آبرو اور سرتاج ہے، اپنے انگریزی تراجم کی بدولت نئی دنیا تک رسائی حاصل کر رہی ہے۔

ردیف وقافیے اور بحر کی پابندیوں اور مخصوص رموز وعلائم کے باعث اہلِ مغرب کے لیے اجنبی ہونے کے باوجود اپنے اندر ایک خاص کشش لیے ہوئے ہے۔

میرؔ و سوداؔ کے عہد کو اردو شاعری کا عہدِ زریں قرار دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر خدائے سخن، میر تقی میر نے اردو غزل کو وقار اور اعتبار عطا کیا۔ میرؔ نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ مگر ان کی شاعری کا اصل میدان غزل ہے۔

میر کی شاعرانہ عظمت کے حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرورؔ لکھتے ہیں:

> ''میرؔ کی شاعری کی خصوصیات کو ہم اٹھارویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ اور اس کے پس منظر کی روشنی میں ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس میں اس مشترکہ تہذیب کا جادو اور جمال ہے۔ جو مغلوں کے دور کا عطیہ ہے۔ اس میں وہ تصوف ہے جو ایران اور وسط ایشیاء کے تمدنی اثرات کے بیچ ہندوستان میں بو کر ایک پوری فصل تیار کر چکا تھا۔ اس تصوف کے پیچھے ایک فلسفۂ زندگی تھا جسے سہولت کے لیے ہم غینیت یا Idealism کہہ سکتے ہیں۔ میرؔ بہر حال اپنے دور کی پیداوار ہیں، لیکن ان کی شاعری کی اپیل آفاقی ہے۔ وہ اپنے اظہار میں اپنے دور سے بلند بھی ہو جاتے ہیں اور ذہنِ انسانی کے سربستہ رازوں سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں جو ہر دور کے لیے کشش رکھتے ہیں۔ کارگہِ شیشہ گری کا کام صرف میرؔ کے زمانے میں ہی نازک نہیں تھا، آج بھی نازک ہے اور اگرچہ آج سانس آہستہ لینے کا زمانہ نہیں ہے پھر بھی اس شعر کو پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے ہم سانس روک لیتے ہیں اور ہمیں یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ موجودہ دور کے سارے کمالات کے باوجود جسم و جان کا رشتہ ایک ڈور سے زیادہ نازک ہے اور زندگی ایک پل صراط کی طرح ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ نازک ہے۔۔۔
>
> میر اس سستی رومانیت سے بلند ہیں جو اپنے خواب و خیال کی مستی کی وجہ سے سنگین حقائق کا احساس نہیں رکھتی۔ انھیں زندگی کی سنگین اور دل دوز حقیقتوں کا پورا پورا احساس ہے۔ زندگی ان کے نزدیک ایک گھمبیر اور عظیم شے ہے۔ اور انسانی زندگی کے صحرا میں قطرۂ شبنم کی طرح ہے جو خارِ بیاباں پر رکا ہوا ہے۔ میر کی شاعری میں قطرۂ شبنم اور خارِ بیاباں، دونوں کا احساس ملتا ہے۔۔۔ الفاظ پر قدرت رکھتے ہوئے بھی وہ الفاظ کی بازیگری یا شعبدہ بازی کے قائل نہیں، وہ ایک اسٹائل یا اسلوب کے مالک ہیں مگر اسٹائل کے شہید نہیں ہیں۔ انھوں نے تغزل کے لب و لہجے کو اس طرح متعین کر دیا ہے کہ اس سے انحراف آسان نہیں ہے''۔(۱)

میر تقی میر کی شاعرانہ عظمت اس امر میں مضمر ہے کہ وہ سادہ و موثر پیرائے میں زندگی کی آفاقی اقدار کو قوت گویائی عطا کر دیتے ہیں، اس لیے میر کی غزلوں کا ترجمہ کرتے ہوئے میر کے عہد، میر کے آفاقی شعور اور ان کے اسلوب کی انفرادیت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ میر کا ایک شعر ہے

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا ہے

راجندر سنگھ ورما، اس شعر کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

Who did pass unhurt

From bourn of this world

Every rover was waylaid on the path.2

کے سی کانڈا کا ترجمہ:

Whoever finished safe the voyage of his life

Every traveller on this road has been waylaid.3

اسی طرح احمد علی نے مذکورہ شعر کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے:

Whoever safely went

From the stopping place of horizons?

Each traveller had his goods

Plundered on the way.4

راجندر سنگھ ورما اور کے سی کانڈا کا ترجمے میں میر کے استفہامیہ انداز کی عمدہ جھلک دکھائی دیتی ہے اور شعر کا موثر ابلاغ بھی ہو رہا ہے۔ مگر مذکورہ تراجم مجموعی طور پر میر کی فکر میں چھپے آفاقی طرزِ احساس کی عکاسی میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ان کے مقابلے میں احمد علی کا ترجمہ میر کی شاعری میں موجود شکوہ اور عظمت خیال کی ترجمانی کرتا ہے۔

''میر کی شاعری عشق کے سوز و ساز سے عبارت ہے۔ ان کی فکر میں عشق ایک آفاقی قدر ہے، اس کے مقابلے میں انسان اور کائنات فانی اور بے ثبات ہیں''۔(۵)

یہی وجہ ہے کہ میر نے عشق کو خلاصۂ کائنات اور جوہرِ حیات سمجھا۔ بقول فراق گورکھپوری:

''۔۔۔میر مجسّم پیار تھے، صرف محبوب کے لیے نہیں بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کے لیے، کائنات کی ہر جھلک انھیں پیار اور چمکار کے لیے بے چین کر دیتی تھیں۔۔۔ میر کی شاعری میں ہم سکوتِ سرمدی کے دل کی دھڑکنیں سنتے ہیں''۔(۶)

میر، عشق کو زندگی کی سب سے بڑی قدر سمجھتے تھے۔ بقول محمد حسن عسکری:

''وہ عشق کو دنیا کے معمولات سے الگ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان میں سمو دینا چاہتے ہیں۔۔۔ میر کے لیے عشق عام انسانی تعلقات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ انھیں کی لطیف اور رچی ہوئی شکل ہے، چنانچہ

جب وہ محبوب سے توجہ کے طالب ہوتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ ان کے جذبات میں اوروں سے زیادہ شدت اور گہرائی ہے یا وہ توجہ کے زیادہ مستحق ہیں بلکہ انسانی تعلقات کے رشتے سے"۔(۷)

میر کی غزل کے کینوس پر حسن و عشق کے ان گنت رنگ پھیلے ہوئے ہیں انھیں محبوب کے ظاہری حسن کا ہر رنگ شوخ اور ہر زاویہ تیکھا دکھائی دیتا ہے بقول میر:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اومیش جوشی کا ترجمہ:

"Oh, the tenderness of those lips,
Rose petal like they are".8

خورشید الاسلام اور رالف رسل کا ترجمہ:

What words can tell the soft and tender beauty,
Of the red rose's petal or her lips?9

کے سی کانڈا کا ترجمہ:

Ah! her exquisitely tender up!
Its grace a petal of rose recalls.10

احمد علی کا ترجمہ:

The softness of her lips
Is only meant to be,
Felt, so like it is the petal of the rose.11

اسی طرح راجندر سنگھ ورما، ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Daintiness of her lips
I can't relate
Only they look like

étals of the rose.12

میر نے محبوب کے حسن اور سراپے کے بیان کے لیے انتہائی سادہ دل نشین تشبیہات برتی ہیں۔ مذکورہ مترجمین نے اپنے اپنے انداز میں لبوں کی خوب صورتی اور گلاب کی پنکھڑی کی نزاکت کو مربوط کرنے کی کوشش تو کی ہے مگر میر کے شعر میں تشبیہ کی جو نزاکت اور لطافت ہے اور اظہار میں جو دلربائی اور بے ساختگی ہے، اس کا حق ادا نہیں ہو پایا، اس کے باوجود مجموعی طور پر تمام تراجم اپنے اندر ابلاغ کا حسن سموئے ہوئے ہیں۔

اسی طرح چشم محبوب کی ستائش میں بھی رنگِ میرؔ سب سے جدا نظر آتا ہے

چشمکِ انجم میں اتنی دلکشی آگے نہ تھی
سیکھ لی تاروں نے اس کی آنکھ جھمکانے کی طرح

خورشید الاسلام اور رالف رسل، مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

I never saw the stars so bright before,
It was her eyes that taught them how to shine.13

''چشمکِ انجم اور محبوب کی آنکھ جھمکانے کی طرح'' میں جو شوخی و شرارت، غرورِ بانکپن اور دلبری و دلربائی ہے۔ اس کا تاثر یا شائبہ بھی ترجمے میں دکھائی نہیں دیتا، تاہم کی میر کے خیال کی تفہیم مناسب انداز میں ہو گئی ہے۔

میر حسنِ فطرت اور حسن محبوب میں زندگی کا اثبات تلاش کرتے ہیں۔ کبھی وہ حسن محبوب کے بیان کے لیے حسنِ فطرت سے تشبیہات و استعارات تلاش کرتے ہیں اور کبھی حسنِ فطرت اور حسنِ محبوب کا تقابل و موازنہ کرتے دکھائی دیتے ہیں:

پھول و گل، شمس و قمر سارے ہی تھے
پر ہمیں ان میں تمہی بھائے بہت

Blossoms, buds, moon, the sol, all were there,
But amongst them all I liked you most.14

مذکورہ ترجمے میں ایک خاص حسن اور لطافت ہے اس لیے مجموعی طور پر اسے ایک عمدہ ترجمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

میر کے اشعار میں حسن محبوب وصال اور محبوب کے سراپے بیان کے حوالے سے تلذذ کا رنگ بھی جھلکتا ہے۔ مثلاً:

گوندھ کے گویا پتی گل کی وہ ترکیب بنائی ہے
رنگ بدن کا تب دیکھو جب چولی بھیگی پسینے میں

In the hot season, when the sweat soaks through her

bodice then I think

God gathered roses for his task and made her out of

them entire.15

میر کے شعر میں موسم کی حدت اور جذبوں کی شدت کے باعث محبوب کے رنگِ بدن کو گلاب کی گندھی ہوئی پتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔مزید برآں ''چولی'' کا ذکر کرتے ہوئے میر اس مقام سے ذرا پہلے رک گئے ہیں جہاں شعر میں عامیانہ پن اور ہوس کا عنصر شامل ہو سکتا تھا مگر مترجم نے bodice کا لفظ استعمال کر کے شعر کو حجاب اور رکھ رکھاؤ سے محروم کر کے شعر کے ''درجۂ حرارت'' میں اضافہ کر دیا ہے۔

میر جس طرح بظاہر سادہ سے انداز میں کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ سکتے ہیں۔یہی رنگ میر ہے اور میر کے فن کا تخلیقی جوہر۔مثلاً:

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات

کلی نے یہ سن کر تبسم کیا!!

I asked, what's the span granted to the rose?

Hearing this the bud burst into the smile.16

محمد صادق کا ترجمہ:

I asked how long is the life course of a flower;

The bud heard it and broke into a smile.17

احمد علی مذکورہ شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

What is the life of the rose?

I asked the bud

It listned, but for answer,

Smiled in bloom.18

''میر تقی میر کے شعر میں لفظ ''کہا'' میں جو حسن، سادگی، تجسس اور بے ساختگی ہے۔اس کا تعلق شاعر کے طرزِ احساس اور تہذیبی شعور سے ہے۔اس لیے اس کے انگریزی متبادل کے طور پر "Inquired" کا لفظ ''تفتیشی'' سا محسوس ہوتا ہے۔جب کہ "Asked" کو بھی صرف لفظی ترجمہ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

البتہ مذکورہ مترجمین نے شعر کے مصرعِ ثانی کا ترجمہ کرتے ہوئے نہ صرف ترجمانی کا حق ادا کیا ہے بلکہ ہمارے احساس کے تاروں کو بھی چھیڑنے کی کوشش کی ہے۔(۱۹)

میر کے ہنر کا کمال یہ ہے کہ وہ سادہ، دل نشین پیرائے میں کائناتی حقیقتیں منکشف کر دیتے ہیں۔زندگی کی بے ثباتی کا بیان، دراصل میر کے عہد کے سماجی حالات کا ردِ عمل ہے۔میر کی غزل میں بظاہر معمولی دکھائی دینے والی باتیں اپنے باطن میں آفاقی طرز احساس کی حامل ہوتی ہیں۔

زندگی کی بے ثباتی اور عصری صورت حال نے میر کی ذات کو دکھ کے ایسے تجربے سے روشناس کیا جسکی آنچ میر کی شاعری کے رگ وریشے میں سمائی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔بقول فراق گورکھپوری

> ''میر کے بکھرے ہوئے آنسوؤں میں ہمیں بحرِ حیات کی وسعتوں اور گہرائیوں کا انداز ہوتا ہے۔میر کی آہ و فغاں میں شش جہت کی ہواؤں کی سنسناہٹ ہے میر جب اپنے دل پر ہاتھ رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انسانیت کے دل پر ہاتھ رکھا ہے اس طرح میر عالمگیر بن جاتا ہے''۔(۲۰)

میر نے دلی کی ویرانی کو دل کی ویرانی سے تعبیر کیا۔انھوں نے دلی کے اوراقِ مصور جیسے کوچوں میں موت کا رقص دیکھا تو یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

دلی کے نہ کوچے تھے اوراقِ مصور تھے
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

ڈاکٹر محمد صادق کا ترجمہ:

The streets of Delhi were not mere streets, they were like
a painter's album
Every figure I saw there was a model of perfection. 21

ڈاکٹر محمد صادق اس حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "As regards the emotional experiences which form the warp and woof of his poetry, they are pre-eminently and predominantly of a sad, gloomy, depressing and pathetic nature. He is the best representative in Urdu literature of that pessimism, passivity, or wistfulness we associate with the East-an attitude which is

considered the fittest theme for lyric poetry by some and voted as morbid by others....His poetry, as its best, comes from the heart and goes to the heart." 22

میر ایک اور مقام پر کہتے ہیں:

اس موجِ خیز دہر میں ہم کو قضانے آہ
پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا

راجندر سنگھ ورما کا ترجمہ:

In this stormy world like a bubble indeed,
I have been undone by death, woe to me.23

ڈاکٹر محمد صادق کا یک سطری ترجمہ نثری انداز میں مفہوم کی عکاسی کرتا ہے۔ راجندر سنگھ ورما کے ترجمے میں شعریت کا عنصر نمایاں ہے اور شعرِ میؔر کے خیال کی مؤثر عکاسی کرتا ہے۔

میؔر کے عہد کے آشوب نے جبر کے تصور کو فروغ دیا، میر کے ہاں بھی فرد کی مجبوری اور بے توقیری کا بیاں ابھر کر سامنے آیا:

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

راجندر سنگھ ورما کا ترجمہ:

If we have a say in this scheme of things, isonly that weep away the night till dawn manage to wear out the day.24

احمد علی کا ترجمہ:

All that we are allowed to say in the affairs of the universe is to pass our days in grief,
And spend our nights in anguish weeping silent tears.25

خورشید الاسلام اور رالف رسل کا ترجمہ:

What can we do with the black and white of this world?
If anything then only this what we can see the night out with constant weeping and bear the toil of the day until evening comes.26

کے سی کانڈا کا ترجمہ:

In the light and shade of life, this is our only role we move
from night to morn, from morn, some how, to eve.27

مذکورہ مترجمین نے اپنے ترجمے میں ابلاغ پر زور دیا ہے اور مجموعی طور پر شعر کی شرح پر زور دیا ہے مگر ''سپید و سیہ'' میں جو معنویت ہے اور انسانی بے بسی کا جو عالمگیر نوح پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بیان میں تشنگی سی محسوس آتی ہے۔ خدائے سخن، میر تقی میرؔ اپنے عہد کے ممتاز شاعر تھے۔ انھیں اردو کی کلاسیکی شاعری روایت کا نمائندہ شاعر سمجھا جاتا ہے۔

شہاب الدین رحمت اللہ، گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر محمد صادق، اومیش جوشی، کے سی کانڈا، خورشید الاسلام اور رالف رسل اور احمد علی نے ان کے منتخب اشعار کو انگریزی کے قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ درست ہے کہ میر تقی میر کی غزلوں میں جو تہذیبی معنویت اور زبان دانی کے جوہر ہیں، وہ تراجم کے قالب میں نہیں سما پائے، اس کے باوجود مترجمین نے میر تقی میر کی شاعری کو انگریزی دان طبقے سے متعارف کرانے کی جو کوشش کی ہیں۔ وہ لائق تحسین ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ آل احمد سرور ''میر کے مطالعہ کی اہمیت'' مشمولہ افکار میر (مرتبہ ایم حبیب خان) دہلی: عبدالحق اکیڈمی 1996.150-151

2. Rajinder Singh verma. Pick of Mir. Lahore: West Pakistan Urdu Academy. 1999. p.04

3. K.C Kanda. Masterprices of Urdu Ghazals. Lahore : Vanguard . 1995. p. 82.3 3

4. Ahmed Ali. The Golden Tradition. New York. Colummbia University Press, 1964. p.141

5۔ فراق گورکھپوری ''میر کی عالمگیر مقبولیت'' مشمولہ افکارِ میر، ص ۱۶۸۔

6۔ ایضاً

7۔ محمد حسن عسکری۔ ''میر اور نئی غزل'' مشمولہ افکارِ میر۔ ص ۱۷۵ تا ۱۷۶

8. Umesh Joshi . 786 Ashaar of Ghalib and 25 other Poets. Delhi: Gopsons Publishers. 1995. p.51

9. Khurshid-ul-Islam and Ralph Russel. Three Mughal Poets. Delhi. Oxford University Press 1998. p. 113.

10. K.C. Kanda. Master pirces of Urdu Ghazal p. 99.

11. Ahmed Ali. The Golden Tradition. p. 170.

12. Rajinder Singh Verma. Pick of Mir. p. 167.

13. Khurshed-ul-Islam and Ralph Russel. Three Mughel Poets. p. 111.

14. Ibid.

15. Umesh Joshi. 786 Ashaar of Ghalib and 25 other Poets. p. 46

16. K.C. Kanda. Masterpieces of Urdu Ghazals. p. 02

17. Dr. M. Sadiq . A History of Urdu Literature. p.99

18. Ahmed Ali. The Golden Tradition. p.140

19۔ ڈاکٹر محمد کامران۔ ''میر درد اور غالب کی شاعری کے انگریزی تراجم''۔ مشمولہ اورینٹل کالج میگزین۔ جلد ۸۷۔ عدد ۱۔۲، ۲۰۰۳ء۔ ص ۲۰۹

20۔ فراق گورکھپوری۔ محولہ بالا۔ ص ۱۶۵۔

21. Dr. M. Sadiq . M. History of Urdu Literature. p. 133

22. ibid p. 97 ۔98

23. Rajinder Singh Verma. Pick of Mir. p. 4333. ibid. p.3

24. Ibid.

25. Ahmed Ali. The Golden Tradition. p. 135.

26. Khurshid-ul-Islam and Ralph Russel. Three Mughal Poets p. 276.

27. K.C Kanda. Masterpices of Urdu Ghazal. p. 79.